تمام بدعات گمراہی ہیں کوئی بدعت حسنہ نہیں ہوتی

بدعات تمام کی تمام گمراہی اور ضلالت ہیں جس کی دلیل سیدنا جابر اور سیدنا عرباض رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ احادیث میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم عام ہے کہ ''کل بدعة ضلالة'' ہر بدعت گمراہی ہے [سنن ابی داؤد: ۴۶۰۷] اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان '' کل بدعة ضلالة '' کا عموم واضح کر رہا ہے کہ جو شخص کہتا ہے یا سمجھتا

ہے کہ اسلام میں کوئی بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے تو اس کا یہ قول اور زعم باطل ہے۔ مزید برآں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا موقف ان سے مروی اثر میں قریب ہی گزرا ہے کہ "كل بدعة ضلالة وإن رآها الناس حسنة"ہر بدعت گمراہی ہے خواہ لوگ اسے اچھا ہی سمجھیں، [السنۃ للمروزی:۸۲] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان:

"**من سن في الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيءٌ ومن سن في الإسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أوزارهم شيءٌ**"

جس نے اسلام میں کوئی اچھا نمونہ قائم کیا تو اسے اپنے اس عمل کا ثواب ملے گا اور اس کے بعد اس پر تمام عمل کرنے والوں کا بھی، بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے ثواب میں کوئی کمی واقع ہو اور جس نے اسلام میں برا نمونہ قائم کیا تو اس کے سر اس کا بوجھ ہوگا اور اس کے بعد عمل کرنے والوں کا بھی، بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے بوجھ میں کوئی کمی واقع ہو۔ (مسلم: ۱۰۱۷) سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہنا کہ اسلام میں بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے، ہرگز روا نہیں، اس لئے کہ اس سے مراد ثابت شدہ نیک اعمال کی طرف سبقت کرنا ہے (نہ کہ بدعت جاری کرنا) جیسا کہ صحیح مسلم میں مذکور فرمان نبوی سے پہلے اس کا سبب بتایا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قبیلہ مضر کے کچھ لوگ مدینہ آئے ان پر فقر وفاقہ کے آثار ظاہر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کی ترغیب دلائی تو انصار میں سے ایک شخص ایک تھیلی لے کر آیا جسے اٹھانے سے اس کا ہاتھ عاجز آرہا تھا (اس کے بعد لوگ پے در پے صدقات لے کر آئے) تو اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من سن في الإسلام سنة حسنة** (حوالہ مذکور ہے) اسی طرح ایسے علاقے میں جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ثابت شدہ سنت معروف نہ رہی ہو تو اسے وہاں زندہ کرنا بھی اس کے مفہوم میں شامل ہوگا لیکن اس سے یہ معنی مراد لینا کہ دین میں نو ایجاد امور کو شامل کر دیا جائے تو یہ ہرگز روا نہیں، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذکر کیا جا چکا ہے:

"**من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد**" جس نے ہمارے اس دین میں نیا کام ایجاد کیا جو اس میں نہیں تو وہ مردود ہے۔ [صحیح بخاری: ۲۶۹۷ وصحیح مسلم: ۱۷۱۸]

اس لئے کہ شریعت مکمل ہے۔ بدعات اور نو ایجاد کاموں کی محتاج نہیں اور بدعات ایجاد کرنا درحقیقت شریعت پر نامکمل اور ناقص ہونے کا الزام لگانے کے مترادف ہے اور قریب ہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول گزر چکا ہے۔ "**كل بدعة ضلالة وإن رآها الناس حسنة**" ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا ہی سمجھیں۔ [السنۃ للمروزی: ۸۲]

اور امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول بھی کہ جس نے اس میں کوئی بدعت نکالی اور اسے اچھا سمجھا تو اس نے یہ گمان کیا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام پہنچانے میں خیانت کا ارتکاب کیا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ "آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے" تو جو کام اس روز دین نہیں

تھا آج بھی دین نہیں ہوسکتا۔(دیکھئے الحدیث:۵ اص ۳۴)

جہاں تک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لوگوں کو نمازِ تراویح میں ایک امام پر جمع کرنے کا تعلق ہے تو یہ ایک مسنون عمل کو ظاہر کرنے اور سنت کو زندہ کرنے کی مثال ہے اس لئے کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی بعض راتوں میں لوگوں کو قیام رمضان کی نماز پڑھائی تھی۔اور اسے مستقل طور پر ادا کرنا امت پر اس قیام کے فرض ہونے کے خدشے سے ترک کیا تھا جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے روایت کیا ہے۔(حدیث:۱۱۲۹)

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو سلسلہ وحی کے منقطع ہو جانے کے سبب فرض ہونے کا خدشہ جاتا رہا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز تراویح پر جمع کیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نمازِ تراویح کے متعلق یہ جو کہا ''**نعم البدعة هذه**'' یہ اچھا آغاز ہے۔[بخاری:۲۰۱۰] تو یہاں لفظ ''بدعت'' اپنے شرعی مفہوم میں نہیں لغوی مفہوم میں ہے۔

لغوی ''بدعت'' (آغاز) اور شرعی ''بدعت'' (نوایجاد) کا فرق

لغوی مطالب عام طور پر شرعی مفاہیم سے وسیع تر ہیں، زیادہ تر شرعی مفہوم لغوی معنی کا جزء ہوتا ہے۔تقوی، صیام (روزہ) حج، عمرہ اور بدعت کے الفاظ اس کی مثالیں ہیں۔چنانچہ تقوی کا لغوی معنی یہ ہے کہ انسان اپنے اور ایسی چیز کے درمیان جس سے وہ خوف محسوس کرتا ہے بچاؤ کے لئے کوئی چیز رکھ لے جو اسے دوسری چیز کے شر سے محفوظ رکھے جیسا کہ سورج کی گرمی اور سردی سے بچنے کے لئے مکانات تعمیر کئے جاتے ہیں یا خیمے لگائے جاتے ہیں۔زمین پر بڑی اشیاء کے ضرر سے بچنے کے لئے جوتے استعمال کئے جاتے ہیں،لیکن شرعی اصطلاح میں اللہ سے تقوی کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان اپنے اور اللہ کے غضب کے درمیان کوئی ایسی چیز رکھے جو اسے غضب الٰہی سے محفوظ رکھے اور یہ اس کے احکام بجالانے اور اس کی ممنوعات سے پرہیز کرنے سے ہوگا۔

صیام (روزہ) لغت میں رکنے کو کہتے ہیں۔جبکہ شریعت کی اصطلاح میں خاص قسم کے رکنے کو کہتے ہیں۔اور وہ ہے کھانے پینے اور روزہ افطار کرنے کے جملہ اسباب سے طلوع فجر سے لے کر غروبِ آفتاب تک پرہیز کرنا۔

حج لغت میں ہر ارادہ وقصد کو کہتے ہیں جبکہ شرعی اصطلاح میں خاص مناسک کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ کا ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔

عمرہ لغوی طور پر ہر زیارت کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں کعبہ کی زیارت جو اس کا طواف، صفا مروہ کی سعی اور حلق یا تقصیر سے عبارت ہے۔

اسی طرح لغت میں ہر وہ چیز جو پہلے سے مثال نہ ہوتے ہوئے نوایجاد کی جائے اور شرعی اصطلاح میں وہ عمل و اعتقاد ہے جس کی دین میں کوئی اصل نہ ہو اور یہ سنت کی ضد ہے۔

مصالح مرسلہ بدعات میں سے نہیں

مصلحت مرسلہ ایسی مصلحت کو کہتے ہیں کہ کوئی شرعی دلیل اس کے اعتبار کرنے یا اس کے ساقط کرنے پر دلالت نہ کرے۔ جبکہ وہ کسی شرعی مقصد کو پورا کرتی ہو جیسے کہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں جمع قرآن، کتابوں کا لکھا جانا اور بیت المال سے وظیفہ لینے والوں کا ریکارڈ محفوظ کرنا۔ شریعت میں کوئی نص ان امور کے ثبوت یا ممانعت میں وارد نہیں۔ جہاں تک جمع قرآن کا تعلق ہے تو یہ ذریعہ ہے اس کے محفوظ رہنے کا اور اسی کی بدولت اس کا کوئی حصہ بھی ضائع نہیں ہوا۔ اور اسی سے اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ ’’بے شک ہم ہی نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے‘‘[الحجر:۹] پورا ہوا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھی تو وہ متردد تھے انہوں نے کہا میں ایسا کام کیوں کر سکتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم یہ بہتر ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس امر پر بار بار کہتے رہے حتی کہ اللہ نے مجھے شرح صدر عطا کر دی اور میں عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے متفق ہو گیا۔ (بخاری: ۴۶۷۹)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحیفوں میں جمع کیا تھا جبکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے ایک مصحف میں جمع کیا۔ رجسٹروں اور ریکارڈوں کی تیاری سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی۔ جب فتوحات بکثرت ہوئیں، غنیمت اور فئی کی صورت میں وافر مال بیت المال میں آ گیا تو لشکریوں اور بیت المال سے وظیفہ لینے والے دیگر افراد کے ناموں کا ریکارڈ رکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ نظام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے پہلے وجود میں نہ آیا تھا۔ جبکہ یہ عمل ذریعہ ہے مستحق افراد کے حقوق کی یقینی ادائیگی کا۔ اور سد باب ہے ان میں سے کسی کے محروم رہ جانے کے خدشے کا۔ لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بعض بدعات کو مصالح مرسلہ میں شامل کر کے حسن قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ مصالح مرسلہ میں شریعت کے مقرر کردہ کسی مقصد کو پورا کیا جاتا ہے۔ جبکہ اس کے برخلاف بدعات میں شریعت پر ناقص ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے قول میں گزر چکا ہے۔

نیت اچھی ہونے کے ساتھ سنت کی موافقت بھی ضروری ہے

بدعات کے معاملے کو معمولی سمجھنے والوں کی طرف سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے بدعت کا مرتکب ہوتا ہے اس کی نیت تو اچھی ہے اس لئے اس اعتبار سے اس کے عمل کو بھی اچھا ہی کہا جائے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مقصد نیک ہونے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ عمل سنت کے مطابق ہو اور یہ بھی نیک عمل کی قبولیت کی دو شرطوں میں سے ایک ہے جن کا تذکرہ ہو چکا۔ یہ دو شرطیں، اللہ کے لئے اخلاص اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہیں۔

اور وہ حدیث گزر چکی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نو ایجاد بدعات ایسا عمل کرنے والوں کو لوٹا دی جاتی ہیں (اللہ تعالیٰ کے حضور شرف قبولیت نہیں پاسکتیں) متفق علیہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

" **من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد**" جس نے ہمارے دین میں ایسا عمل ایجاد کیا جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔[بخاری:۲۶۹۷،مسلم:۱۷۱۸]

صحیح مسلم کے الفاظ یوں ہیں:

"**من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد**" جوکوئی ایسا عمل کرے جو ہمارے طریقہ پر نہیں تو وہ عمل مردود ہے۔[صحیح مسلم:۱۷۱۸/۱۸]

اور مقصد نیک ہونے کے ساتھ سنت کی اطاعت ضروری ہونے کے دلائل میں اس صحابی کا قصہ بھی ہے جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر دیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**شاتک شاة لحم**" تمہاری ذبح کی وہ بکری ایسی ہے جس طرح گوشت کھانے کے لئے ذبح کی گئی بکری ہوتی ہے (قربانی شمار نہیں ہوگی)۔ (بخاری:۹۵۵،مسلم:۱۹۶۱)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۱۷/۱۰) میں لکھا ہے: "شیخ ابو محمد بن ابی جمرہ کا قول ہے کہ اس سے ثابت ہوا کہ عمل اگرچہ اچھی نیت سے کیا گیا ہو اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہ ہو۔"

سنن دارمی (۲۱۰) میں صحیح سند کے ساتھ مذکور اس واقعہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے: "سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھے لوگوں کے پاس آئے جن کے ہاتھوں میں کنکریاں تھیں۔ان میں سے ایک آدمی کہتا سو بار اللہ اکبر کہو۔اور وہ کنکریوں پر شمار کر کے سو بار اللہ اکبر کہتے۔پھر وہ کہتا سو بار لا الہ الا اللہ کہو۔سو بار سبحان اللہ کہو۔اور لوگ اسی طرح کرتے۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا: یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ابو عبدالرحمٰن ہم تکبیر تسبیح تھلیل کنکریوں پر شمار کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا: تو تم اپنے گناہ شمار کرو (یعنی ان اعمال سے توبہ کرو تو) میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی۔اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت! تم پر افسوس ہے تم اس قدر تیزی سے ہلاکت کی طرف لڑھک گئے۔یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ وافر تعداد میں موجود ہیں۔یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملبوسات ہیں جو ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے۔ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال کے برتن بھی نہیں ٹوٹے،اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یا تو تم ایسے طریقہ پر ہو جس میں ملت محمدیہ سے بھی زیادہ ہدایت پائی جاتی ہے یا تم گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو۔وہ کہنے لگے۔ابو عبدالرحمٰن ہمارا ارادہ تو صرف بھلائی کا ہے۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھلائی کا ارادہ کرنے والے کتنے لوگ ایسے ہیں جو اسے پا نہیں سکتے۔ملاحظہ ہو السلسلہ الصحیحہ لمحدث الالبانی رحمہ اللہ (ح:۲۰۰۵) [اس کی سند حسن ہے]

بدعات کے خطرات اوراس حقیقت کا بیان کہ ''یہ گناہوں'' سے بدتر ہیں

بدعات کا معاملہ گھمبیر اوران کا قضیہ غیر معمولی ہے۔ان کے برے اثرات بہت وسیع ہیں یہ عام گناہوں اور نافرمانیوں سے زیادہ خطرناک ہیں اس لئے کہ عام گناہ کا مرتکب جانتا ہے اور مانتا ہے کہ وہ حرام میں ملوث ہے کبھی نہ کبھی اسے چھوڑ دیتا ہے اور تائب ہو جاتا ہے جب کہ بدعت کا رسیا یہ سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے اس لئے مرتے دم تک اسی پر ڈٹا رہتا ہے جبکہ وہ اپنی خواہشات نفس کا پیرو ہوتا ہے اور راہ راست سے بھٹکا ہوا راہی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾

''بھلا وہ شخص جس کو اس کے اعمال بد آراستہ کر کے دکھائے جائیں اور وہ ان کو نیکی سمجھنے لگے تو وہ (بھلا راہ راست پر کیسے آئے گا) بلاشبہ اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔[فاطر:۸]

نیز فرمایا:

﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ﴾[محمد:۱۴]

بھلا جو شخص اپنے رب کی مہربانی سے واضح ہدایت پر ہو وہ ان لوگوں کے مانند ہوسکتا ہے جن کو ان کے برے اعمال مزین کر کے دکھائے جائیں اور وہ اپنی خواہشات کے غلام بن کر رہ گئے ہوں۔

نیز فرمایا:

﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾[صٓ:۲۶]

اور اپنی خواہش کے پیچھے نہ لگو کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹا دے گی۔

نیز فرمایا:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾[القصص:۵۰]

اور اس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔

اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'' إن اللـه حجب التوبة عن كل صاحب بدعة حتى يدع بدعته'' اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کو اوجھل کر رکھا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی بدعات کو چھوڑ دے۔

اس حدیث کو منذری نے ترغیب وترہیب (۸۶) ترک سنت اور بدعات کے ارتکاب اور خواہشات کی پیروی پر وعید میں ذکر کیا ہے۔اور کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔(نیز ملاحظہ ہو سلسلہ صحیحہ للالبانی: ۱۶۲۰)[یہ حدیث حمید الطّویل کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ز۔ع]

مصنف: الشیخ عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ　　　ترجمہ: حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ

اتباع کتاب وسنت

اعتقادی، فعلی اور قولی بدعات:

بدعات کی متعدد اقسام ہیں۔ یہ اعتقادی بھی ہوتی ہیں، قولی بھی اور فعلی بھی۔ اور فعلی بدعات میں سے کچھ ایسی ہیں جن کا تعلق جگہوں کے ساتھ ہے اور کچھ کا تعلق اوقات کے ساتھ ہے۔

اعتقادی بدعات کی مثالوں میں سے خارجیوں، رافضیوں اور معتزلہ وغیرہ کی بدعات شامل ہیں۔ ان لوگوں کا زیادہ تر اعتماد علم کلام پر اور کچھ جھوٹی اور گھڑی ہوئی روایات پر ہے۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ جامع بیان العلم وفضلہ (۹۵/۲) میں لکھتے ہیں: ''تمام علاقوں کے فقہاء محدثین کا اجماع ہے کہ علم کلام پر اعتماد کرنے والے بدعتی اور بھٹکے ہوئے لوگ ہیں اور ان تمام حضرات کے نزدیک بدعتیوں کا شمار علماء کے طبقات میں سے نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ علماء کا لقب صرف ان کے لئے ہے جو احادیث وآثار کے علم سے وابستہ ہوں اور ان میں فقہ استنباط میں مصروف ہوں اور اسی میں تخصص اور مہارت کے اعتبار سے ان کے مراتب ہوں۔''

قولی بدعات میں بول کر نیت کرنا ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں: میں نیت کرتا ہوں کہ اتنی نماز پڑھوں، میں آج کے روزے کی نیت کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔

اس سے صرف حج اور عمرہ کے مناسک مستثنیٰ ہیں۔ عمرہ کرنے والا کہتا ہے '' لبیک عمرة '' چنانچہ حج افراد کرنے والا کہتا ہے ''لبیک حجاً'' اے اللہ! میں حج کے ارادے سے لبیک کررہا ہوں اور قران کرنے والا کہتا ہے ''لبیک عمرة وحجاً'' اس لئے کہ سنت میں اس کا ثبوت وارد ہے۔

اسی قسم سے کسی کی جاہ یا ذات کا واسطہ دے کر دعا کرنا ہے۔ اس طرح کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت سنت میں وارد نہیں ہیں۔ قولی بدعات میں سے بعض کفریہ بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً قبروں میں مدفون لوگوں کو پکارنا، ان سے مدد کا خواستگار ہونا اور مشکل کشائی اور حاجت روائی کا طلبگار ہونا۔ اور ان سے ایسی چیزیں مانگنا جو اللہ کے سوا کسی سے نہیں مانگی جاسکتیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾

اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی ہیں تو تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ [الجن: ۱۸]

نیز فرمایا:

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ط ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط

قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾

بھلا کون لاچار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور کون اس کی تکلیف دور کرتا ہے اور کون تم کو زمین میں اگلوں کا جانشین بناتا ہے؟ تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے! ہرگز نہیں! مگر تم بہت کم غور کرتے ہو۔[النمل: ۶۲]

جہاں تک اس کے مرتکب کو کافر قرار دینے کا معاملہ ہے تو ایسا اس پر اتمام حجت کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔ اہل علم میں سے ایک بڑی جماعت کا بھی یہی موقف ہے۔ تطہیر الاعتقاد و شرح الصدور کے مقدمہ میں، میں نے ان میں سے سات کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے سرفہرست امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ ہیں اور آخر میں امام محمد بن عبدالوھاب رحمہ اللہ ہیں۔

عملی بدعات مکانی بھی ہیں اور زمانی بھی۔ مکانی بدعات یعنی جن کا تعلق مقامات کے ساتھ ہے ان میں سے ایک قبروں پر بطورِ تبرک ہاتھ پھیرنا اور انہیں بوسہ دینا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ مجموع شرح المھذب (۲۰۶/۸) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے گرد بنائی گئی دیوار کو بوسہ دینے اور اس پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں فرماتے ہیں: ''عوام کا کثیر تعداد میں مخالف شرع کاموں میں مبتلا ہونے سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے اس لئے عمل صرف صحیح احادیث پر اور (ان کی روشنی میں) علماء کے فتاوی پر ہوتا ہے عوام کے ایجاد کردہ اعمال اور ان کی جہالتوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ صحیحین میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد '' جس نے ہمارے اس حکم (دین) میں ایسے کام کا اضافہ کیا جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ کام مردود ہے۔[صحیح بخاری: ۲۶۹۷، صحیح مسلم: ۱۷۱۸] اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' لا تجعلوا قبري عيداً ، وصلوا علي فان صلاتكم تبلغني حيثما كنتم '' میری قبر کو عید (میلہ گاہ) نہ بنالینا اور مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو (اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے) [سنن ابی داؤد: ۲۰۴۲ و إسناده حسن] فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا قول ہے، جس کا معنی یہ ہے: ''ہدایت کے راستے اختیار کرو اور ان پر کاربند رہو ان پر چلنے والے اگر تعداد میں کم ہوں گے تو بھی تم پر کچھ ضرر نہیں۔ گمراہی کے راستے پر چلنے سے بچو اور ہلاک ہونے والوں کی کثرت تعداد سے دھوکا نہ کھاؤ۔''(۱) اور اگر کوئی سمجھتا ہے کہ ہاتھ وغیرہ سے ان کو چھونا زیادہ باعث برکت ہے تو یہ اس کی بھول اور جہالت ہے اس لئے کہ برکت شریعت کے مطابق عمل میں ہے۔ حق کی مخالفت میں فضیلت اور برکت کہاں؟'' (مجموع ۲۷۵/۸)

زمانی یعنی اوقات کے ساتھ تعلق رکھنے والی بدعات میں سے ایک میلاد کے نام سے تقریبات ہیں جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن ولادت، یہ چوتھی صدی ہجری کی ایجادات میں سے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے خلفاء اور آپ کے صحابہ سے اس بارے میں کچھ بھی وارد نہیں بلکہ تابعین اور اتباع تابعین سے بھی کچھ مروی نہیں۔ پہلی تین صدیاں اس بدعت کے ایجاد ہونے سے پہلے گزر گئیں۔ اس عرصہ میں تالیف ہونے والی کتابیں میلاد (منانے) کے تذکرہ سے خالی ہیں۔ یہ بدعت چوتھی ہجری میں ایجاد ہوئی۔ عبیدی جو مصر کے حاکم تھے، اس کے موجد ہیں۔ تقی

الدین احمد بن علی المقریزی اپنی تالیف المواعظ بذکر الخطط والآثار (۱/۴۹۰) میں لکھتے ہیں:

''فاطمیوں کے ہاں سارا سال میلے اور جشن جاری رہتے۔ انہوں نے ان کا ذکر بھی کیا ہے اور یہ بہت زیادہ ہیں۔ انہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولود، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مولود، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مولود، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کا مولود اور خلیفہ وقت کا مولود بھی شامل تھے۔''

ابن کثیر اپنی تالیف البدایہ والنہایہ میں ۵۶۷ھ کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسی سال ان کے آخری بادشاہ ''العاضد'' کی وفات کے ساتھ ان کے اقتدار کا خاتمہ ہوا....ان کے دور حکومت میں بدعات ومنکرات کا غلبہ رہا....فسادیوں کی کثرت اور علماء وعباد کی قلت رہی....''

اس سے کچھ ہی پہلے ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے تمام مصر میں حی علی خیر العمل کے کلمات اذان سے نکلوائے اس موضوع پر شیخ اسماعیل بن محمد انصاری رحمہ اللہ کی ''القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد ختم الرسل'' بہترین تالیف ہے۔

اور یہ امر تو شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ ایک مسلمان کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے والدین، اولاد اور تمام جہان کی محبت سے بڑھ کر ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من ولده ووالده والناس أجمعين''

تم میں سے کوئی صاحب ایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔ (صحیح مسلم: ۴۴) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق چلنے کا نام ہے نو ایجاد بدعات اختیار کرنے کا نہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ [آل عمران: ۳۱]

بعض شخصیات کے اعتبار سے لوگوں کو جانچنے کی بدعت

اس زمانے میں رونما ہونے والی بدعات میں سے ایک نہایت بری بدعت اہل سنت میں سے بعض افراد کا لوگوں کو شخصیات کے اعتبار سے جانچنے کی بدعت ہے۔ خواہ ایسا جانچے جانے والے فرد کے ساتھ دوستی اور بے مروتی کی بنا پر کیا جائے یا معیار بنائے جانے والی شخصیت کے بارے میں غلو۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر امتحان دینے والے کی مرضی کے مطابق جواب ہے تو اس کی باچھیں کھل جاتی ہیں اور یہ مدح وتوصیف میں رطب اللسان ہو جاتا ہے۔ اور اگر دوسری صورت ہو تو کسوٹی پر رکھے گئے شخص کو بدعتی قرار دیا جاتا ہے۔ ناقابلِ اعتبار کہہ کر اس سے کنارہ کشی کرلی جاتی ہے اور

لوگوں کو بھی اس سے دور رہنے کی تلقین شروع ہو جاتی ہے۔آئندہ سطور میں ہم شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے فتاوی سے اقتباسات نقل کر رہے ہیں جن میں سب سے پہلے لوگوں کو شخصیات کی کسوٹی پر پرکھنے کو بدعت قرار دیا گیا ہے۔اور آخر میں کچھ شخصیات میں غلو کرتے ہوئے ان کو معیار قرار دے لینے کو بدعت ہونا بیان کیا ہے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ مجموع فتاوی (۴۱۳/۳) میں یزید بن معاویہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس بارے میں صحیح طریق کار وہ ہے جو ائمہ نے اختیار کیا کہ نہ اس سے خصوصی محبت رکھی جائے اور نہ اسے لعن طعن کا نشانہ بنایا جائے۔اس کے ساتھ ساتھ اگر وہ فاسق اور ظالم بھی ہو تو اللہ تعالیٰ فاسق اور ظالم کو معاف کرنے والا ہے خاص طور پر جب وہ بڑے نیک اعمال بھی بجالایا ہو۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں سیدہ ام حرام (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''أول جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم'' میری امت میں سے جو پہلا لشکر قسطنطنیہ پر حملہ کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش پائے گا۔

[بخاری:۲۹۲۴]

اور جس لشکر نے قسطنطنیہ پر سب سے پہلے حملہ کیا اس کا امیر یزید بن معاویہ(۱) تھا اور سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں شامل تھے اس لئے اس معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنا ضروری ہے کہ یزید بن معاویہ کا اس طرح ذکر کر کے مسلمانوں کا امتحان نہ لیا جائے اس لئے کہ ایسا کرنا اہل سنت والجماعت کے طریقہ کے خلاف ایجاد کی جانے والی بدعات میں سے ہے۔''

مزید فرماتے ہیں: ''اسی طرح امت میں افتراق پیدا کرنا اور افراد امت کو ایسے معیار پر پرکھنا جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا (بدعات میں سے ہے)'' (فتاوی:۴۱۵/۳)

نیز فرمایا: ''کسی کو حق نہیں ہے کہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا) کسی خاص شخصیت کو معیار بنا کر اس کے طریقہ کی دعوت دینا شروع کر دے اور اس کو دوستی اور دشمنی کی بنیاد بنا لے اور نہ ہی ایسا کرنا چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اور اجماع امت کے سوا کسی کی بات کو کسوٹی بنا لے اور اسی کو دوستی اور دشمنی کی بنیاد بنا لے۔ایسا کرنا اہل سنت کا طریقہ نہیں بلکہ یہ اصل بدعتیوں کی روش ہے جو کسی شخصیت یا کلام کو معیار بنا لیتے ہیں اور اسے امت کے درمیان تفرقہ کا ذریعہ بناتے ہیں۔اسی بات یا اسی نسبت سے محبت کرتے یا دشمنی رکھتے ہیں'' (فتاوی:۱۶۴/۲۰)

اور (فتاوی ۱۵/۲۸۔۱۶) میں فرماتے ہیں: ''اگر معلم یا مربی حکم دے کہ فلاں شخص سے قطع تعلق کر لو یا اس کی توہین کر دیا اسے نظروں سے گرا دو یا اس کو دور کر دو تو دیکھنا چاہئے اگر اس شخص نے کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کیا ہے جو شریعت کی نگاہ میں گناہ ہے تو اسے اس کے جرم کے مطابق سزا دی جائے گی اس سے زیادہ نہیں اور اگر شرعی لحاظ سے اس نے کوئی گناہ ہی نہیں کیا تو صرف استاد یا کسی اور کی خواہش پر اسے سزا نہیں دی جا سکتی۔''(۱)

اساتذہ کا کام لوگوں کے تعلقات خراب کرنا اور ان کے درمیان بغض وعداوت پیدا کرنا نہیں بلکہ نیکی کے کاموں میں باہم تعاون کرنے والے بھائی بھائی بنانا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى صلے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ صلے ﴾ [المآئدہ:۲]

اور نیکی اور تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور سرکشی کے کاموں میں تعاون نہ کرو۔

اگر اس زمانے میں لوگوں کو اس طرح پر کھنا روا ہوتا کہ معلوم کیا جاسکے کہ کون اہل سنت اور کون دوسروں میں سے ہے تو اس لحاظ سے سب سے زیادہ حق رکھنے والی شخصیت شیخ الاسلام، مفتی عالم، امام اہل السنۃ فی زمانہ ہمارے شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (متوفی ۲۷محرم ۱۴۲۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اجر عظیم عطا فرمائے کہ ہر خاص و عام ان کی وسعتِ علم اور عموم نفع، صداقت، شفقت، نرم دلی، لوگوں کی ہدایت و استقامت کی حرص کا شاہد ہے۔ ہم ان کے بارے میں یہی گمان رکھتے ہیں۔ ولا نزکی علی اللہ أحدا.

ان کا دعوت الی اللہ (لوگوں کو بھلائی کی تعلیم و ترغیب اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) میں منفرد انداز تھا۔ کہ نرم خوئی اور ملائمت جس کا طرہ امتیاز تھا۔ جو ان کی ہر نصیحت اور دوسروں کے جوابات میں مترشح ہوتا تھا جس میں اہل سنت کے ساتھ مقابلہ آرائی کے بجائے ان کی رہنمائی ہوتی۔ ان میں محاذ آرائی کے بجائے ان کی ترقی کی فکر کارفرما ہوتی جس پر چل کر وہ عروج کی منزلیں طے کر سکتے ہیں اور عیوب و نقائص سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔ ایسا طریقہ جو افتراق کو مٹاتا اور اتفاق پیدا کرتا ہے، ٹوٹے ہوؤں کو جوڑتا ہے جڑے ہوؤں کو توڑتا نہیں، جس میں بناؤ ہی بناؤ ہے بگاڑ نہیں، جس میں تعلیمات نبویہ کے مطابق لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا مقصود ہے دشواریوں سے دوچار کرنا نہیں۔ علماء اور طالب علموں کو (مسلمانوں کی بھلائی کے حصول اور انہیں مشکلات سے نکالنے کے لئے) اس عظیم و مستقیم منہج اختیار کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔

اس صورت حال میں عقیدت کے ساتھ اتباع کرنے والوں اور جن لوگوں کی اتباع کی جاتی ہے اور جو اس طرح لوگوں کو جانچنے کی عادت میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس روش سے نجات حاصل کریں کہ جس نے اہل سنت میں افتراق پیدا کر کے آپس میں دشمنیاں پیدا کی ہیں اور اس کا علاج یہ ہے کہ عقیدت مند حضرات اس طرح لوگوں کا امتحان لینا چھوڑ دیں بلکہ ماضی میں اس روش کے اثرات و نتائج بھی ختم کریں اور بغض و عداوت کو الفت سے بدل دیں اور نیکی و تقوی میں باہم تعاون کرنے والے بھائی بن جائیں۔ اور جن لوگوں کی اتباع کا دعوی کیا جاتا ہے انہیں بھی چاہیئے کہ اپنے عقیدت مندوں کی اس روش سے لاتعلقی اور بیزاری کا اعلان کر دیں۔ اس طرح اتباع کرنے والے اس مصیبت سے نجات پالیں گے اور جن لوگوں کی عقیدت کو بہانہ بنا کر ایسا کیا جاتا ہے وہ اس کی برائی اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے برے اثرات سے بری الذمہ ہو سکیں گے۔

عصر حاضر میں اہل سنت کے ایک دوسرے پر حرف گیری کرنے اور ایک دوسرے کو بدعتی قرار دینے کے فتنہ پر تنبیہ

شخصیات کو معیار بنا کر لوگوں کو پرکھنے کے قریب قریب ہی ایک اور بدعت ہے جو اس زمانہ میں ظہور پذیر ہوئی ہے وہ یہ کہ اہل سنت میں سے ایک مختصر گروہ اس فتنہ میں مبتلا ہو گیا ہے اپنے اہل سنت بھائیوں پر حرف گیری کرتا ہے اور انہیں بدعتی کہتا ہے اور اس کے نتیجے میں آپس میں قطع تعلقی ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے سے استفادہ کرنے کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ جب کہ اس طرح کی نکتہ چینی اور بدعتی قرار دینا بسا اوقات صرف ایسے عمل کو بدعت سمجھ لینے کی بنا پر ہوتا ہے جو درحقیقت بدعت نہیں۔ اس کی مثالوں میں سے یہ ہے کہ جلیل القدر شیخین عبدالعزیز بن باز اور شیخ محمد صالح عثیمین رحمہما اللہ نے ایک معاملہ کو قرین مصلحت سمجھتے ہوئے اس کا فتوی دے دیا جو اس مختصر گروہ کو پسند نہیں آیا تو انہوں نے اس فتوی پر نکتہ چینی شروع کر دی لیکن معاملہ یہیں نہیں رکا بلکہ نکتہ چینی کا دائرہ ان لوگوں تک وسیع کر دیا گیا جو محاضرات و دروس کے سلسلہ میں شیخین مذکورین کے ساتھ تعاون کرتے تھے اور کہا جانے لگا کہ یہ لوگ سلف کے طریقہ سے منحرف ہیں حالانکہ یہ دونوں جلیل القدر شیخ اس جماعت کے ہاں بھی ٹیلیفون کے ذریعے درس دیتے تھے۔

اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ کسی خاص شخص کے درسوں میں حاضر ہونے سے یہ کہہ کر منع کر دیا جاتا ہے کہ وہ فلاں شخصیت یا فلاں جماعت کے بارے میں نکتہ چینی کرتا ہے اور اس مہم کا سرکردہ شخص میرا ایک شاگرد (۱) ہے جو کلیہ شرعیہ میں جامعہ اسلامیہ سے ۱۳۹۵۔۱۳۹۶ھ کو فارغ ہوا۔ جس کی کامیاب ہونے والے ایک سو انیس (۱۱۹) طلبہ میں سے ایک سو چارویں (۱۰۴) پوزیشن تھی۔ وہ علم سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور نہ میرے علم کے مطابق اس کے کوئی ایسے دروس ہیں جن کے کیسٹ تیار ہوتے ہوں اور نہ اس کی کوئی چھوٹی بڑی تالیف ہے اس کی تمام تر کائنات حرف گیری، بدعت قرار دینے اور اہل سنت سے دور رہنے کی تلقین ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ علم و عمل میں ان لوگوں کے ٹخنوں تک بھی نہیں پہنچتا جن پر نکتہ چینی کرتا ہے کیونکہ ان لوگوں کے محاضرات، دروس اور تالیفات سے ایک زمانہ استفادہ کر رہا ہے۔ جب کوئی سلیم العقل آدمی اس کا کیسٹ سنتا ہے جو مدینہ منورہ اور الجزائر کے مابین ٹیلفونک مکالمہ پر مشتمل ہے تو اس کی حیرت کی حد نہیں رہتی جس میں اس نے اہل سنت میں سے کثیر تعداد کا گوشت کھایا ہے (غیبت کی ہے) اور اس میں سائل نے اپنا مال ناحق ضائع کیا ہے جن شخصیات کے بارے میں سوال کیا گیا ہے ان کی تعداد تیس سے زائد ہے ان میں وزیر بھی ہیں اور چھوٹے بڑے دوسرے افراد بھی۔ اور ان میں چند افراد ایسے بھی ہیں جن کے متعلق افسوس نہیں ہوتا ،اور کچھ لوگ اس سے بچے رہے اور بعض لوگ جو اس سے بچ پائے وہ دوسرے کیسٹوں میں نہیں بچ سکے۔

ان کے بارے میں معلومات انٹرنیٹ پر سائٹ میں دے دی گئی ہیں۔ اس شخص پر واجب ہے کہ علماء اور طلاب علم کی گوشت خوری سے ہاتھ اٹھائے جبکہ نوجوانوں اور طالب علموں کا فرض ہے کہ اس تنقید اور تبدیع کی طرف توجہ نہ دیں جس کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ سراسر ضرر رساں ہے نیز انہیں چاہئے کہ ایسے مفید علم کے حصول میں مصروف ہوں جو ان کے لئے مفید ہو اور خود ان کے لئے دنیا و آخرت میں بھلائی کا باعث ہو۔

ابن عساکر رحمہ اللہ اپنی کتاب تبین کذب المفتری (ص ۲۹) میں فرماتے ہیں:

''میرے بھائی! اللہ ہمیں اور تمہیں توفیق سے نوازے کہ ایسے کام کریں جو اسے راضی کریں، اور ہم سب کو اپنی

خشیت سے بہرہ مند فرمائے اور ایسا تقوی عطا فرمائے جیسا کہ اس کا حق ہے۔اچھی طرح جان لو علمار حمہم اللہ کے گوشت زہریلے ہوتے ہیں۔اوران کی تنقیص کرنے والوں کی پردہ دری سنت الٰہیہ ہے۔''

اور میں نے اپنے رسالہ ''رفقاً أهل السنة بأهل السنة''میں اہل سنت اور خاص طور پر اس علم کے بارے میں زبان کو محتاط رکھنے کے متعلق بہت سی آیات، احادیث اور آثار ذکر کئے ہیں۔اس کے باوصف میرا وہ رسالہ ان تنقیص پسندوں کو پسند نہیں آیا اور اسے ناقابل اشاعت قرار دے دیا اور اس کے مطالعہ اور اس کی نشر واشاعت سے بھی منع کر دیا اور کوئی شک نہیں کہ اگر کوئی اس رسالے کو پڑھے اور پھر اس کے متعلق اس جارحانہ رویہ کو دیکھے گا تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ دونوں کے درمیان بعد المشر قین ہے اور معاملہ شاعر کے اس شعر کا مصداق ہے:

قد تنکر العین ضوء الشمس من رمد و ینکر الفم طعم الماء من سقم

بسا اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ آنکھوں کو آشوب کے سبب سورج کی روشنی بھی لگتی ہے اور یوں بھی ہوتا ہے کہ بیماری کے سبب منہ کو پانی کڑوا لگتا ہے۔

جہاں تک ہمارے اس شاگرد کا ہمارے رسالہ ''رفقاأهل السنة بالسنة''کے بارے میں یہ کہنا ہے مثال کے طور پر کلام کرنا ہے کہ ''شیخ عبدالعزیز بن باز اور شیخ ابن عثیمین دوسرے اہل سنت سے الگ منہج رکھتے ہیں اور یہ بلاشبہ غلط ہے کیونکہ اس سے مؤلف رسالہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ زیادہ جوابات نہیں لکھتے اور لکھیں بھی تو صرف مخالفین کے جوابات لکھتے ہیں اگر یہ بات درست ہے تو اہل سنت کے منہج کے خلاف ہے اور درحقیقت شیخین کی عیب جوئی ہے بلکہ ان کے علاوہ دوسرے علما کی بھی تنقیص ہے جن کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے''

اس کا جواب کئی وجہ سے دیا جا سکتا ہے۔

اول: اس رسالہ میں ہر گز نہیں ہے کہ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ زیادہ جوابات نہیں لکھتے۔کیوں نہیں؟ دوسروں کی تردید میں لکھے گئے ان کے مضامین ورسائل کثیر تعداد میں موجود ہیں اور رسالہ میں تحریر کیا گیا ہے (ص:۵۱) مناسب یہ ہے کہ تردید میں لکھا گیا مضمون ملائمت اور نرمی سے متصف ہو اور اس میں غلطی میں مبتلا کی سلامتی کی رغبت ٹپکتی ہو اور تردید بھی ایسی خطا پر ہونی چاہئے جو بالکل واضح ہو۔اس سلسلہ میں شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کے جوابات کا مطالعہ کرنا چاہئے اور اس کا مناسب ترین طریقہ سیکھنے کے لئے ان سے استفادہ کرنا چاہئے۔

دوم: جوابات کے سلسلہ میں میں نے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کے منہج کا بالکل حوالہ نہیں دیا تھا اس لئے کہ کسی کی تردید میں میں نے ان کا کوئی رسالہ چھوٹا موٹا بھی نہیں دیکھا۔میں نے شیخ کے ایک ہمیشہ ان کے ساتھ رہنے والے شاگرد سے بھی دریافت کیا تو اس نے بھی بتایا کہ اسے شیخ کے کسی ایسے مضمون یا رسالہ کا علم نہیں اور یہ ان میں اعتراض یا تنقید کا موجب نہیں اس لئے کہ وہ علم کے بیان اور تالیف اور نشر واشاعت میں مشغول ہیں۔

سوم: شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کا منہج ہمارے تنقید کے شوقین شاگرد اور ان جیسے حضرات سے قطعاً مختلف ہے اس لئے کہ شیخ کے منہج کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ملائمت اور نرمی سے متصف ہے اور اس میں اس شخص کے ساتھ مکمل

خیر خواہی پائی جاتی ہے جس کو نصیحت کرنا مقصود ہے اور اسے سلامتی کے راستے پر واپس لانا مطمح نظر ہوتا ہے جبکہ ہمارے تنقید پسند شاگرد اور ان جیسے حضرات، تشدد، نفرت اور دور کرنے کو وتیرہ بنائے ہوئے ہیں۔ اور جن افراد پر اپنے کیسٹوں میں اس تنقید پسند نے کلام کیا ہے ان میں سے بہت سے لوگوں کو شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ بہت اچھے الفاظ میں یاد کرتے تھے، انہیں دعائیں دیتے تھے اور انہیں لوگوں میں دعوت وتعلیم کا کام جاری رکھنے کی ترغیب دلاتے تھے۔ اور لوگوں کو ان سے مستفید ہونے اور علم حاصل کرنے کی تلقین کرتے تھے۔

الغرض میں نے شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کی نسبت یہ نہیں کہا کہ وہ دوسروں کا رد نہیں کرتے تھے اور جہاں تک ابن عثیمین رحمہ اللہ کا تعلق ہے تو ان کا تو میں نے اس سلسلہ میں نام بھی نہیں لیا۔

اس لئے اس تنقیص پسند نے جو کچھ لکھا ہے اس کا رسالے کے مضمون سے کوئی تعلق نہیں جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ موصوف بغیر سوچے سمجھے اندھیرے میں تیر چلانے کے شوقین ہیں جب ان کا تحریر میں یہ حال ہے تو تقریر میں کیا ہوگا؟

اور اس تنقیص پسند نے یہ جو کہا ہے کہ: ''میں نے رسالہ کا مطالعہ کیا ہے اور اس بارے میں اہل سنت کے موقف کا مجھے علم ہے آپ نے بعض علماء ومشائخ کے تحریر کردہ جوابات پڑھے ہوں گے میں نہیں سمجھتا کہ جوابات اب موقوف ہو جائیں گے کچھ لوگ ہیں جو لکھتے ہی رہیں گے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

جاء شقيق عارض رمحه　　　　ان بنى عمك فيهم رماح

شقیق (سگا بھائی) اپنے نیزے کو تھامے ہوئے چل رہا ہے اسے بتاؤ کے تمہارے مقابل تمہارے چچیرے بھائیوں کے پاس بھی بہت سے نیزے ہیں۔

اس نے اسی طرح ''عارض'' لکھا ہے جب کہ درست ''عارضاً'' ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن اہل سنت کی طرف اس نے اشارہ کیا ہے وہی تو ہیں جن کا اسلوب ومنہج شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ سے بالکل مختلف ہے جس کی طرف میں نے کچھ ہی دیر پہلے اشارہ کیا ہے اس کا مقصد تو صرف اس قدر ہے کہ اپنی جان پہچان کے لوگوں کو رسالے کے خلاف اکسانے کے بعد ان لوگوں کو بھی اس کے خلاف برانگیختہ کرے جنہیں وہ نہیں جانتا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے نیزہ نہیں نکالا میں نے تو خیر خواہی ظاہر کی جسے اس تنقیص پسند اور اس جیسے لوگوں نے پسند نہیں کیا۔ اس لئے کہ نصیحت تو نصیحت کیے گئے فرد کے لئے وہی حیثیت رکھتی ہے جو مریض کے لئے دوا کی ہے اور بعض مریض ایسے ہوتے ہیں کہ وہ دوا استعمال کرتے ہیں چاہے وہ کڑوی ہو اس لئے کہ اسے اس کے استعمال میں فائدہ کی امید ہوتی ہے لیکن جنہیں نصیحت کی جاتی ہے ان میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ خواہش نفس انہیں نصیحت سے دور رکھتی ہے وہ صرف یہی نہیں کہ نصیحت قبول نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے دور رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت کی توفیق سے نوازے اور شیطان کے مکر وفریب سے محفوظ رکھے۔

ہمارے اس تنقیص پسند شاگرد کے مشن میں تین افراد (شریک) ہیں۔ ان میں سے دو تو مکہ اور مدینہ میں ہیں

دونوں جامعہ اسلامیہ مدینہ میں میرے شاگرد[1] رہے ہیں۔ ان میں سے پہلا (۱۳۸۴۔۱۳۸۵ھ) میں فارغ ہوا جبکہ دوسرے نے (۱۳۹۱۔۱۳۹۲ھ) میں فراغت پائی۔ تیسرا[2] مارے وطن کے جنوب بعید سے تعلق رکھتا ہے دوسرے اور تیسرے نے اس رسالہ کے تقسیم کرنے والے کو بدعتی قرار دیا ہے اور بدعت کا فتوی انہوں نے عام اور تھوک کے حساب سے جاری کر دیا مجھے معلوم نہیں کہ انہیں اس بات کا علم ہے یا نہیں کہ اسے ایسے علما اور طلبہ نے تقسیم کیا ہے جنہیں بدعتی نہیں کہا جا سکتا۔

میں امید کرتا ہوں کہ یہ فتوی صادر کرنے والے حضرات مجھے ان ملاحظات پر مطلع فرمائیں گے جن کی بنا پر انہوں نے بدعت کا عمومی حکم لگایا۔

شیخ عبدالرحمٰن السدیس امام وخطیب مسجد حرام کا ایک خطبہ ہے جو انہوں نے مسجد حرام کے منبر پر ارشاد فرمایا۔ اس میں انہوں نے اہل سنت کے ایک دوسرے کے بارے میں اس طرح کی نکتہ چینی کرنے سے پرہیز کرنے کی تلقین کی تھی۔ ہم بھی اس کا مطالعہ کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں کہ وہ اس موضوع پر بہت اہم اور مفید ہے۔

اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہوں کہ سب کو اپنی رضا کے طالب بننے کی توفیق دے۔ دین میں تفقہ اور حق پر ثابت قدمی عطا فرمائے اور لایعنی کاموں سے بچا کر ایسے عمل بجالانے کی توفیق دے جو توجہ اور اہتمام کے لائق ہیں۔ بلاشبہ وہی اس کا سزاوار اور قدرت رکھنے والا ہے۔

وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی اٰلہ وصحبہ .

(ختم شد والحمدللہ)

---

(۱) ان دونوں سے مراد شیخ ربیع المدخلی اور شیخ عبید الجابری ہیں (واللہ اعلم) شیخ عبید الجابری کے لئے دیکھئے الحدیث: ۱۵ اص ۷

(۲) ان سے مراد شیخ احمد بن یحییٰ بن محمد النجمی ہیں۔ آپ جیزان، سعودی عرب میں رہتے ہیں اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

تنبیہ: شیخ ربیع المدخلی، شیخ فالح الحربی، شیخ احمد النجمی اور شیخ عبید الجابری کی بڑی خدمات ہیں۔ انہوں نے فرقِ ضالہ پر بہترین ردود لکھے یا لکھوائے ہیں۔ ادارہ الحدیث، ان علماء و دیگر سلفی علماء کی خدمات کا معترف ہے اور علمائے حق کے باہمی اختلافات میں غیر جانبدار ہے تاہم ان علماء کا بعض دوسرے سلفی علماء پر ذاتی مخالفت کی وجہ سے رد و جرح کرنا ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم/ حافظ ندیم ظہیر